

ارشادات حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب دہلی

دعواتِ عبدیتِ حق
منظوم ترتیب : ادارۃ الحق

طاعاتِ خداوندی کا سرچشمہ

محبت اور اس کے اسباب

خطبہ جمعۃ المبارک ۱۲ شوال المکرم، ۱۳۸۶ھ



خطبہ سنوئے کے بعد : والذین آمنوا اسئد حبا للہ۔ محترم بھائیو! اس آیتِ کریمہ میں مومنین کی صفت بیان کی گئی ہے کہ انہیں خداوند تعالیٰ سے ہر چیز سے زیادہ محبت ہوتی ہے۔ تو ایمان کی نشانی اللہ جل جلالہ سے محبت کرنا ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ جب محبت آجائے تو اس کی طاعت اور فرمانبرداری اور محبوب کا حکم ماننا باعثِ شفقت نہیں بلکہ موجبِ خوشنودی و تسلی اور سببِ اطمینان ہوتا ہے۔ ہم میں کوئی ایسا نہیں، خواہ غریب ہو یا امیر جو مشقت اور تکلیف برداشت نہ کرتا ہو۔ زمیندار ہو یا دکاندار۔ حاکم ہو یا امیر و غریب۔ تم نے ایسا کوئی نہ دیکھا ہو گا کہ دن رات پاؤں پھیلانے بیٹھا ہو اور دن رات کسی نہ کسی مشقت اور فکر میں نہ لگا ہو۔ الا کوئی بیمار ہو۔

ساری دنیا دوڑ رہی ہے۔ ہر شخص اپنی طاقت اور ہمت کے مطابق تکلیف اٹھا رہا ہے۔ اور یہ بے دین لوگ تو اتنی مشقت اور تکلیف میں ہیں کہ صبح کی نماز کے لئے اگرچہ نہیں اٹھ سکتے لیکن اگر رات کے تین بجے ڈیوٹی ہے تو اس شدید سردی میں اٹھ کر ڈیوٹی پر پہنچتے ہیں۔ ان پر خدا نے صرف دنیا کی ڈیوٹی مسلط کر دی ہے۔ اگر کوئی زمیندار ہے تو دن رات پانی اور کھڑکیں، دکاندار دکان میں اور ملازم اکثر سفر میں رہتا ہے۔ سب اس کوشش میں ہیں کہ کچھ کمائیں۔ اور یہ چیز انہیں بوجھ معلوم نہیں ہوتی اور وہ یہ سب کچھ محبت کے سلسلہ میں برداشت کرتے ہیں کہ اہل و عیال کیلئے نان و نفقہ، لباس، رہنے سہنے کی جگہ تہیا کریں۔ کوئی نوکری کرتا ہے، کوئی دکاندار، اور کوئی دن رات مزدوری۔ اہل و عیال کے ساتھ محبت ہے جس وجہ سے نہ اسے

گرمی کا احساس ہے نہ سردی کا، اسے یہ احساس بھی نہیں کہ میں کیوں ایک پانڈی یا قلی ہوں۔ کہ دو چار آنے پر گھر سے دوکان یا اڈہ تک دو دو من بوجھ اٹھاتا پھرتا ہوں۔ بلکہ خوش ہو رہا ہے۔ کہ چار آنے کا کہ بیوی بچوں کیلئے آٹا دال سے آنے گا۔

— توجہ محبت ہو تو طاعت اور فرمانبرداری باعث سکون و اطمینان بن جاتی ہے۔ مگر آج مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی تابعداری بہت مشکل معلوم ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بنیادی چیز جو محبت ہے وہی موجود نہیں۔ اگر محبت ہوتی تو خدا تعالیٰ کی تابعداری اور فرمانبرداری موجب سکون قلب بنتی۔ **الابذکر اللہ تطمئن القلوب**۔ اور بیوی بچوں اور دوست احباب کی تابعداری سے زیادہ اہم سمجھی جاتی۔

یاد رکھیں ایمان کی نشانی محبت ہے، اور محبت کے تفاوت سے ایمان متفاوت ہوتا ہے۔ اگر خدا سے محبت ہے تو سمجھئے کہ ایمان ہے اگر بہت ہے تو ایمان مضبوط ہے اور اگر کم ہے تو ایمان کمزور ہے، اور اگر بالکل نہیں تو بالکل ایمان نہیں ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ محبت کیسے پیدا ہو؟ یہ تو زور اور جبر سے پیدا ہو نہیں سکتی۔ تو اتنا یاد رکھئے کہ محبت کے تین مشہور اسباب ہیں، ۱۔ احسان، ۲۔ کمال، ۳۔ حسن و جمال۔

محبت کا پہلا سبب احسان اور مہربانی | پہلا سبب احسان ہے کسی کا احسان اور مہربانی یا کسی کا نوال اور عطیہ موجب محبت بن جاتا ہے۔ ماں باپ کے ساتھ ہماری زیادہ محبت ہے۔ اس لئے کہ ان کے احسانات ہر چیز سے زیادہ ہیں۔ استاذ سے محبت ہے اس لئے کہ وہ ہمارا محسن اور مرئی ہوتا ہے۔ اگر کوئی ہمیں کھانا دیتا ہے، کپڑا دیتا ہے، تنخواہ دیتا ہے تو ہم ہزار کہیں مگر دل کے کسی مخفی گوشہ میں اس کے ساتھ محبت ہوگی۔ تو محبت کا بڑا سبب احسان ہے اور اس نفع کو اپنے نفع سے طبعی محبت ہو جاتی ہے، جو کہ ایک فطری بات ہے۔

— توجہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے ساتھ جتنے احسانات و انعامات ہیں، سب خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ **وما یکرم من نعمة فمن الله وان تعدوا نعمة الله لا تحصوها۔** (جو بھی نعمت تمہارے اوپر ہے خدا کی طرف سے ہے وہ بیشمار ہیں اگر تم خدا کی نعمتیں گنو تو تمہارے شمار سے بھی باہر ہیں) امام غزالی فرماتے ہیں کہ اس دنیا اور عالم وجود میں صرف تین چیزیں ہیں۔ ۱۔ اللہ جل مجدہ۔

۲۔ **مَنْعَمٌ** یعنی انسان ہم اور آپ سب۔ ۳۔ انعامات یعنی تمام عالم اور اس کی ہر شے انعام ہی انعام ہے۔ یہ ماں باپ، یہ بہن بھائی، بیوی اور شوہر حتیٰ کہ یہ چھت جس کے نیچے ہم سردی گرمی سے

محفوظ ہیں۔ یہ آسمان، یہ زمین، یہ کپڑے اور یہ درسی، یہ ہوا اور پانی اور یہ غلہ وغیرہ سب انعامات ہیں۔ ایسی کوئی چیز نہیں جو انعام نہ ہو۔ — تو دنیا میں یہی تین چیزیں ہیں —

و مسخر لکم ما فی السموات وما فی الارض جمیعا۔ عرش سے لیکر نیچے تحت الشریٰ تک

ہر چیز انسان کے لئے مسخر ہے۔ اور ہر چیز انسان پر انعام ہے۔

اب جب یہ تین چیزیں موجود ہیں تو منعم کو منعم کے انعامات کا بدلہ کیا دینا چاہئے اور اس کا سلوک کیا ہونا چاہئے، تو صاف بات ہے کہ محبت اور شکر خدا، یعنی ہر لحظہ ہر وقت شکر گزار رہنا چاہئے۔ اگر کوئی کہے کہ ہمارے اوپر تو دوست احباب کے بھی احسانات ہیں۔ ماں باپ کے بھی، حاکم اور حکومت کے بھی، زید عمر بکر کے بھی۔ تو ٹھیک ہے جو مناسب برتاؤ تم ان لوگوں کے ساتھ کرنا چاہتے ہو کرو کیونکہ وہ تمہارے بھروسہ ہیں، محسن ہیں اور تمہارے دلوں میں شکر و محبت کے جذبات ان کے لئے موجزن ہیں۔ مگر سب سے بڑھ کر جو محسن ہے اُسے بھی یاد کیوں نہ کیا جائے۔ پھر یہ بھی یاد رکھئے کہ بندہ کا احسان و انعام قنابہا ہی ہے اور خدا تعالیٰ کا غیر قنابہا ہی اور یہ بات یاد رکھیں کہ ایک انسان جو بھی دوسرے انسان کے ساتھ احسان و سلوک کرتا ہے تو یہ سب خدا کی مرضی اور ارادہ سے ہوتا ہے۔

وما تشاؤون الا ان یشاء اللہ رب العالمین۔ تم کوئی چیز نہیں کر سکتے جب تک خدا نہ

چاہے۔

خدا نے چاہا کوئی فائدہ پہنچا دے تو زید کے دل میں ڈال دیا کہ تمہیں روٹی کپڑا دیدے، یا فائدہ پہنچا دے۔ خواہ زید تمہارا باپ ہے، بھائی ہے۔ استاد ہے، حاکم ہے۔ دوست ہے، دشمن ہے جو بھی ہے۔ وہ اگر تمہاری مزدورت پوری کر دیتا ہے۔ خدا نے اس کے دل میں ڈال دیا تو اس نے ذکر ہی دی۔ کاشت کیلئے زمین دی، اور دیگر ضروریات تمہاری پوری کیں۔

لوگوں کا شکریہ بھی ادا کرنا چاہئے۔ — من لم یشکر انسانا سم لیشکر اللہ۔ (جو لوگوں کا شکر گزار نہ ہو وہ اللہ کا بھی شکر گزار نہیں ہوتا۔) بندوں کا احسان و حقیقت خدا ہی کا احسان ہے۔ اسکی مثال یہ ہے کہ کسی بادشاہ نے قلم سے فرمان لکھ کر جاری کیا کہ فلاں شخص کو دس ہریب جاگیر دے دو۔ اب ایسا نہیں ہو سکتا کہ یہ شخص قلم کے لئے دعا کرے یا قلم کا شکریہ ادا کرے، بلکہ بادشاہ کا شکر گزار ہو گا کہ خدا تمہارا سایہ میرے سر پر قائم رکھے۔ تو اللہ اور بندہ کے بیچ میں جو کچھ بھی ہے وہ سب بمنزلہ قلم کے ہے اور ہے سب کچھ خدا کی طرف سے۔ اسباب کی

حیثیت بالذات کچھ بھی نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مومن کا یہ عقیدہ ہونا چاہئے کہ جو فائدہ اُسے خدا تعالیٰ پہنچانا چاہے دنیا کے مخالف ہونے سے وہ ٹل نہیں سکتا۔ اور جو فائدہ خداوند کریم نہ پہنچانا چاہے وہ دنیا کے بادشاہ، دوئمند اور دنیا بھر کے حکماء سب جمع ہو کر بھی نہیں پہنچا سکتے۔

محسن کی نافرمانی کرنا چاہیوں سے بھی بدتر ہے | پس اگر ایک شخص سے خدا احسان کرتا ہے اور پھر اُسے خدا سے بھی محبت نہ ہو تو یہ بڑا بد قسمت ہوگا۔ اور وہ تو اولئک کا الانعام بل ہم اُن کی بنا پر چوپایوں سے بھی بدتر ہے۔ دیکھئے ان حیوانات میں خراب اور بدترین حیوان کتا سمجھا جاتا ہے کتے کو تم باسی روٹی کا ٹکڑا اور ہڈی ڈال دیتے ہو، اس معمولی احسان کے بدلے وہ تمہارے دشمن اور مخالف کو کبھی تمہارے گھر کے قریب نہیں آنے دیتا کہ تمہارے احسان کا شکریہ ادا کرتا ہے اور بسا اوقات چراتا ہے کتے کو گولی سے مار ڈالتا ہے اور کتا اپنے محسن کی حفاظت کیلئے جان قربان کر دیتا ہے اُسے احسان ہے کہ احسان کا تقاضا محبت ہے۔ نہ اس کتے نے کتابیں پڑھی ہیں اور نہ کوئی منطق، پھر اس کتے کو اس قربانی کا مالک کی طرف سے کوئی انعام بھی نہیں ملا اور اکثر اس کے مالک کو اس کی قربانی کا پتہ بھی نہیں چلتا کہ وہ تو لحاف اوڑھے ہوئے سویا رہتا ہے۔

انسان نے اگر قربانی دی تو اُسے خدا کی نذر شادی اور جنت ملے گی۔ وہ اللہ جس نے ہمارے اوپر غیر تنہا ہی احسانات کئے اس کے دربار کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا ہے۔ اور آواز ہوتی ہے: حَیَّ عَلَى الصَّلٰوۃِ حَیَّ عَلَى الْعِلٰحِ۔ مگر ہم اس دربار کے قریب بھی نہ آئیں، اس کا دربار تو مسجد ہے اور ہم نماز تک نہ پڑھ سکیں تو کتنا فرق ہے ایسے انسان اور کتے میں۔ تو جو شخص باوجود اتنے احسانات کے خدا سے محبت نہ کرے تو کیا وہ کتے سے بدتر نہ ہوگا؟ اولئک کا الانعام اصلے یہ تو چوپایوں سے بھی بدتر ہیں۔ آخرت کی رسوائی تو الگ دنیا میں اس کی حیثیت اس قدر گر جاتی ہے۔ غرض ایک سبب خدا سے محبت کا اس کی بخشش و احسان ہے۔

محبت کا دوسرا سبب | دوسرا سبب کمال ہے۔ کمال جس میں ہو اس سے محبت ہو جاتی ہے۔ یہاں کے عوام کو اگر پتہ چل جائے کہ فلاں گاؤں میں کبڈی ہو رہی ہے، بہار کے موسم میں، دو پہلوان لڑتے ہیں اور جو غالب آجائے تو اُسے کدھوں پر اٹھا کر بازاروں میں گھماتے پھرتے ہیں، بچوں کے ہار ڈالتے ہیں کہ لوگوں کے خیال میں یہ ایک کمال کا مالک ہے، یعنی بہادری کا۔

یہاں تک کہ یہ میٹر بار بڑا کیلئے بد بخت اکٹھے ہوتے ہیں۔ اور غالب آنے والے میٹر کے لئے ہزاروں لوگ سردی کے باوجود جمع ہوتے ہیں۔ صرف یہ کہ ایک میٹر نے دوسرے کو جھگا دیا جو کہ ایک کمال ہے۔ تو اس میٹر سے محبت کی جاتی ہے۔

مسلمانوں کو امام ابوحنیفہؒ سے محبت ہے۔ امام بخاریؒ اور حضرت غوث الاعظمؒ سے محبت ہے۔ وجہ کیا ہے؟ اُن میں کمال تھا۔ کسی میں ظاہری کمال ہوتا ہے کسی میں معنوی۔ امام بخاریؒ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث جمع کیں ان کی حفاظت کی اپنی جان حق کیلئے خربتگہ مقام میں قربان کر دی مگر حق کو نہ چھوڑا۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ جیل گئے حکومت نے زہر دیا مگر آپ نے حق بات نہ چھوڑی یہ ایک کمال تھا، علم کے ہوا پر لوگوں کے سامنے بکھیر دئے۔

حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو لوگ ماں باپ سے زیادہ قابلِ احترام سمجھتے ہیں۔ ان کے لئے ایصالِ ثواب کراتے ہیں، اور دعائیں کرتے ہیں جب کہ ماں باپ کو لوگ یاد نہیں کرتے۔ وجہ کیا ہے؟ کمال تھا ان میں، تقویٰ، زہد، علم عمل۔ تو کمال ظاہری ہوا باطنی اس سے ثابت کی جاتی ہے۔ اورنگ زیب عالمگیرؒ ہندوستان کے بادشاہ گذرے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ بارہ ہزار احادیث مع السند انہیں یاد تھیں۔ قرآن کریم حفظ تھا۔ علوم دینیہ پر کامل عبور تھا۔ کتنے بادشاہ گذرے ہیں مگر کسی کا نام بھی یاد نہیں۔ جب تک کسی پر بیٹھا رہے لوگ جی حضور کرتے رہتے ہیں۔ اس کے فوٹو اخبارات میں چھپتے ہیں اور جب کسی سے ہٹ جاتے تو لوگ اسے ڈنڈے مارتے ہیں اور اس کی ذلت کے فوٹو چھاپنے لگتے ہیں۔ مگر اورنگ زیبؒ بخارا اور ہرات سے لیکر برہماٹک جس کی سلطنت تھی ہندوستان اور پاکستان سب اس میں شامل تھے ان کا نام لوگ محبت اور قد و احترام سے لیتے ہیں۔ وجہ یہ کہ کمال تھا اُن میں اتنی بڑی سلطنت کے باوجود فرض نماز تو کیا تہجد تک کبھی ناخند نہ ہوتی۔ آج تو فرض تک کوئی نہیں پڑھتا۔ کہیں بیت المال سے ننخواہ نہ ملی اس زمانہ میں چھاپہ خانے نہ تھے۔ قرآن مجید اپنے ہاتھوں سے لکھتے اس کے نقوش و ثابت کو ہدیہ کر دیتے۔ تلاوت کیلئے اجرت جانتے نہیں مگر نقوش اور کاغذ کی خرید و فروخت جائز ہے۔

عالمگیرؒ ہی کا مقولہ ہے کہ وہ شخص مسلمان نہیں جو نماز فجر کے بعد قرآن کریم کی تلاوت نہ کرے۔ تمہارے ملک کے حکمرانوں کی مثال ہے۔ مرتے دم تک ننخواہ نہ لی۔ کابل و ہرات سے لیکر سام تک حکومت کی مگر اپنی کمائی کھاتی اور وہ بھی قرآن لکھ کر کہ کمائی کے ساتھ قرآن کی اشاعت

بھی ہوتی رہے۔ وفات سے قبل وصیت کی کہ پانچ سو روپیہ میرے ہاتھ کی کمائی کے باقی میں میرے مرنے کے بعد اسے مساکین میں خیرات کر دیا جائے۔ تو ان میں تقویٰ، عدل اور انصاف کا کمال تھا جس کی وجہ سے ہر مسلمان ان کا نام محبت سے لیتا ہے۔ ارسطو اور بقراط اور ابوعلی سینا بڑے ہاکمال لوگ گندے ہیں۔ ان سے محبت بوجہ کمال علمی کے ہے۔ تو ہر ذات منبع الکمال ہے، اصلی محبت کی مستحق بھی وہی ہے۔ اگر تمہیں اولیاء سے محبت ہے علامہ اور بزرگوں سے محبت ہے، دیندار بادشاہوں سے محبت ہے تو ٹھیک ہے خدا اسے اور بڑھا دے مگر ان میں یہ سب کمال بالشیعہ تھے کہ ان لوگوں کو خدا نے کمال دیا تھا۔ ہم نے امام اعظم کو کبھی نہیں دیکھا، ان کا شہر کوثر نہیں دیکھا۔ مگر طلبہ امام اعظم پر جان دیتے ہیں۔ تو ان سب کے کمالات کا سرچشمہ اللہ ہے۔ ذرا سوچئے! جس ذات نے تمام عالم کو یہ کمالات بخشے ہیں اور کمالات کے اسباب اور منشاء دیا ہے اس میں خود کتنے کمالات ہوں گے؟ کیا وہ محبت کے لائق نہیں؟ ہے اور ضرور ہے۔

سائنس دانوں کے کارنامے | آج کل سائنس دانوں کا بڑا پرچا ہے کہ بڑے بڑے کمالات دکھا رہے ہیں۔ اور ہمارے انگریزی نواں حضرات ان سے بڑے متاثر ہیں اور ان کی تعریف کرتے ہیں جو محبت کی وجہ سے ہے۔ اور محبت بوجہ ان کے علمی کمالات کے ہے۔ ٹھیک ہے کہ جنہوں نے انجن بنایا، ایٹم بم بنایا، موٹر بنائی اور ہوائی جہاز تیار کیا۔ وہ کمال والے تھے۔ مگر سوچئے کہ کیا انہوں نے ان چیزوں کو پیدا کیا؟ نہیں بلکہ ان عناصر کو صرف ترتیب دی۔ انسان کچھ بھی نہیں بنا سکتا۔ انسان عناصر کا خالق نہیں ہے۔ لن یخلقوا ذبابا ولوا یتحوا له کمعی تک کو روح نہیں دے سکتے۔ تک کے خالق یہ سائنس دان نہیں بن سکتے۔ البتہ اتنا ہے کہ انسان پٹرول، المونیم، لوہا اور لکڑی وغیرہ کو ایک خاص ترتیب دے سکتا ہے۔ جیسا کہ کہار نے مٹی اور پانی کو ملایا اسے کسی برتن کی شکل دی۔ یہ لوہا، یہ پٹوسی، یہ انجن، یہ ہوائی جہاز اور اس کا پٹرول اور وہ فضا جس میں یہ اڑتا ہے، سب خدا کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ یہ خیال کریں کہ جس فلسفی یا سائنس دان نے ان اشیاء کو ایجاد کیا تو اس کے دماغ اور دل کو کس نے پیدا کیا۔ اور اس میں ان اشیاء کی خاص ترتیب کا علم کس نے ڈالا۔ انسان کی بنائی ہوئی ان چیزوں سے اس قدر تعجب کی کوئی بات نہیں۔ انسان نے تو آج ہوا میں اڑنا اور سمندر میں غوطہ کھانا سیکھا ہے۔ خداوند کریم نے لاکھوں سال پہلے پھیلیوں کو سمندر کی تہ میں غوطہ کھانا اور سائنس کے اصولوں پر پرندوں اور کھیتوں کو ہوا میں اڑنا سکھا دیا۔ داوحیٰ وبلقہ ان اتخذی من الجبال بیوتا۔ خدا نے شہد کی مکھی کو الہام کیا کہ پہاڑوں میں اپنا گھر بنائے

اور وہ دراز پودوں اور پھولوں سے رس چوس کر شہد بنایا کریں نقشہ ان کے دماغ میں بٹا دیا۔ تو سائنسدان کا دماغ خدانے پیدا کیا اور نقشہ جسکے مطابق اشیاء کو یہ ترتیب دیتا ہے اُسے ہی خدانے پیدا کیا۔ تو سارا کمال واصل خدا کا ہے۔ تو اس منبعِ کمالات سے لازماً محبت ہونی چاہئے کہ کمال کی قدر کر نیکاپہی تقاضا ہے۔

محبت کا تیسرا سبب | تیسرا سبب محبت کا جمال اور حسن ہے۔ خوبصورت چیز سب کو پسند ہوتی ہے۔ اور یہ طبعی محبت ہے۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کی وفات کے بعد کسی نے انہیں خواب میں دیکھا۔ اور دریافت کیا کہ خدانے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ انہوں نے جواب دیا کہ مرنے کے بعد میری کشتی گریا ڈوبنے لگی تھی میں گھبرا یا کہ اب کیا ہوگا مگر خدانے فضل کیا اور کہا کہ تو نے ایک شعر کہا تھا جس کا مضمون یہ ہے ہر سبز پتے میں خدا کی بے حساب تدابیر اور حکمتوں کا ایک دفتر موجود ہے۔ اس کی سبزی، تروتازگی اور رعنائی عجیب عجیب رنگ، اسکی خاص نہج پر قطع برید دیکھ کر انسان حیران رہ جاتا ہے۔ کہ کیا اللہ تو نے کیا کیا کارگیری اور صنعت کاری درخت کے اس پتے میں کی ہے۔ تو سعدیؒ نے کہا کہ اس ایک شعر کی بدولت خدانے مجھے بخش دیا۔ تو جمال اور خوبصورتی بھی خدا کی دی ہوئی ہے جس نے جاندار اور سورج پیدا کیا وہ خود کتنا خوبصورت ہوگا۔ تو گویا جمال حسن اس میں ہے، کمال اس میں ہے، احسانات اسکے ہیں۔ تو جس میں تمیز اسبابِ کامل اور بالذات موجود ہوں تو اس سے محبت کیوں نہ ہو۔ ہمارے اندر ایک چیز کی کمی ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم خداوند کریم کے کمالات اور احسانات پر غور و فکر اور تدبیر نہیں کرتے۔ اس غور و فکر اور تصور کو صوفیاء مراقبہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ ضروری ہے کہ ہر شخص دن رات میں پانچ دس منٹ تنہائی میں خواہ رات کو سونے سے پہلے خواہ صبح ہی میں کیوں نہ ہو، سوچا کرے کہ یا اللہ تیرے کتنے احسانات اور مہربانیاں ہیں۔ تو نے مجھے کیسی خوبصورت شکل دی، کان ناک اور آنکھیں دیں کیسی اچھی زبان دی کتنا اچھا کھانا پینا اور لباس و آرائش کا انتظام فرمایا۔ اگر تو مجھے کتنا یابی بنا دیا، گنڈا کھڑا بنا دیتا جو بول و براز میں پڑا رہتا ہے تو میں کیا کر سکتا تھا۔ پھر اس کے کمالات کا لحاظ کریں اور دھنڈلے یہ تصور کریں، مراقبہ کریں، احساسِ نعمت خداوندی کرتے رہیں تو جلد محبت پیدا ہو جائے گی۔ اس کو مراقبۂ احسانی کہتے ہیں۔ دوسری چیز محبت کیلئے دینداروں اور صلہ کی صحبت ہے۔ اگر دیندار نہ مل سکیں تو ان کے مضامین اور حالات اور انکی کتابیں پڑھیں کہ ان لوگوں نے کیسی زندگی گزاری اگر آپ بدکردار کی رفاقت کریں گے تو بدعملی پیدا ہوگی۔ اور اہل اللہ کی صحبت سے محبت پیدا ہوگی۔ اور جب محبت پیدا ہو جائے تو جس طرح ہم اپنے لئے اور یہی بچوں کے لئے گئی اور سردی کی پروا نہیں کرتے، اسی طرح ہمیں خدا کی تابعداری میں بھی بوجھ نہیں ہے نہ ہوگا۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

